بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

یاد ہوگا کہ پچھلے دنوں نیاز صاحب فتحپوری نے ماخذ القرآن نمبر کے نام سے نگار کا ایک خاص شمارہ شائع کیا تھا جو ایک عیسائی مبلغ ڈاکٹر ٹسڈل کے ایک مقالہ پر مشتمل تھا۔ اس مقالہ میں ڈاکٹر ٹسڈل نے عام عیسائی مبلغین کی طرح یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی تھی کہ قرآن مجید کا اگر تجزیہ کیا جائے تو باعتبارِ مضامین اس میں دو ہی چیزیں ہیں ایک احکام جو اوامر و نواہی پر مشتمل ہیں اور دوسرے قصص و حکایات جو لوگوں کی عبرت پذیری کے لئے بیان کئے گئے ہیں۔ اس کے بعد ٹسڈل نے کہا تھا کہ قرآن کے جتنے احکام ہیں وہ سب مذاہبِ قدیمہ سے یا مشرکین عرب کے عام عادات و رسوم سے ماخوذ ہیں۔ اسی طرح قرآن کے جتنے قصص ہیں وہ بھی یا تو سرے سے بے اصل ہیں جیسے عاد و ثمود کے واقعات، یا وہ دوسرے مذاہب کی کتابوں سے لئے گئے ہیں اور چونکہ صاحبِ قرآن اصل ماخذ سے براہِ راست واقف نہ تھے اس بنا پر قرآن اور کتبِ قدیمہ دونوں کے بیانات میں بہت کچھ مشابہت ہونے کے باوجود جزوی اختلافات بھی پیدا ہو گئے ہیں۔ اس سلسلۂ بحث کے ذیل میں ٹسڈل نے حضرت ہارون اور بنی اسرائیل کی گوسالہ پرستی پر بھی گفتگو کی ہے اور لکھا ہے کہ "یہ روایت بھی یہودیوں سے لی گئی ہے لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہودی روایت کے لفظ سمائیل کو اچھی طرح نہیں سمجھا گیا۔ یہودیوں کے یہاں ملک الموت کو سمائیل کہتے ہیں اور غالباً سامری اسی کی بدلی ہوئی صورت ہے" اس بحث کے آخر میں معترض لکھتا ہے "اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) روایاتِ بائبل سے زیادہ واقف ہوتے تو ان کو معلوم ہوتا کہ گوسالہ طلائی کا بنانے والا ہارون تھا اور بائبل میں نہ سمائیل کا ذکر پایا جاتا ہے نہ سامری کا (نگار جنوری و فروری سنہ ۴۵ء ص ۷۴)

یہ ہے ٹسڈل کے اعتراضات کا خلاصہ اب ان میں سے جو اعتراضات احکامِ قرآنی سے متعلق ہیں وہ قطعاً اہم اور لائقِ توجہ نہیں۔ کیونکہ اول تو قرآن نے خود اپنے آپ کو دوسرے مذاہبِ سماویہ و قدیمہ کی کتابوں کے لئے

مصدق کہا ہے اور پھر علمائے اسلام نے مثلاً حضرت شاہ ولی اللہ الدہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ میں امام رازیؒ نے مطالبِ عالیہ میں اور علامہ ابنِ حزم نے المحلّٰی میں اس پر مفصل گفتگو کی ہے اور بتایا ہے کہ قرآن کن کن چیزوں کا مصدق ہے اور جن کی وہ تصدیق نہیں کرتا تو اس کی وجہ کیا ہے۔ پس اگر قرآن کے احکام اور دوسرے مذاہب کے احکام میں یک گونہ مشابہت پائی جاتی ہے اور تاریخ اس کو ثابت کرتی ہے تو یہ قرآن کا نقص اور عیب نہیں بلکہ اس سے خود قرآن کے کلامِ الٰہی ہونے کا ثبوت ملتا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امی ہونا اور کتبِ قدیم سے ناواقف ہونا تو خود تسڈل ایسے معترضین کو بھی مسلّم ہے۔ پس اگر قرآن کلامِ الٰہی نہ ہوتا اور معترضین کے بیان کے مطابق معاذ اللہ خود آپ کا ہی کلام ہوتا تو یہ کیونکر ممکن تھا کہ آپ کتبِ قدیمہ سے ناواقف ہونے کے باوجود قرآن کے مصدق ہونے کا دعویٰ کر سکتے۔

البتہ جہاں تک قصصِ قرآن پر اعتراضات کا تعلق ہے وہ ہمارے نزدیک بہت اہم اور قابلِ توجہ ہیں اس سلسلہ میں ہمیں یہ بتانا ہے کہ

(۱) معترض قرآن کے جن قصص کو بے اصل اور "خرافاتِ عجائز" کہتا ہے وہ تاریخی اعتبار سے ثابت ہیں اور ٹھیک ٹھیک اسی طرح ثابت ہیں جس طرح کہ قرآن نے ان کا ذکر کیا ہے۔

(۲) قرآن کے جن قصص کے متعلق معترض یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ قصص دوسرے مذاہب کی کتابوں، یا ان کی روایات سے لئے گئے ہیں اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان روایات سے کماحقہ واقف نہیں تھے اس بنا پر ان روایات کی حقیقت قرآن میں آ کر کچھ سے کچھ ہوگئی ہے اُن کے متعلق ہمیں یہ ثابت کرنا ہے کہ نہیں قرآن کا بیان ہی اس معاملہ میں درست ہے اور اس کے برخلاف دوسرے مذاہب کی جو روایات ہیں یا تو وہ سرے سے ہی بے اصل اور محرف ہیں یا تحقیق سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دوسرے مذاہب کی اصل روایات تو عین قرآن کے ہی مطابق تھیں لیکن جب اصل مذہب میں تحریف ہوئی تو ساتھ ہی ان قصص میں بھی تحریف ہوگئی اور واقعہ کی صورت بگڑ کر کچھ کی کچھ بن گئی۔ اس تحریف کی وجہ سے قرآن کے بیان اور محرف روایات میں تغایر نظر آتا ہے ورنہ اصل کے لحاظ سے دونوں ایک ہیں۔

(۳) اس سلسلہ میں ضروری ہے کہ خود کتب اور روایاتِ قدیمہ پر بھی تنقید کی جائے کہ جس صورت میں وہ ہم تک پہنچی ہیں۔ وہ کس حد تک بھروسہ کے قابل اور لائقِ اعتماد ہیں اور کیا وہ اس قابل ہیں کہ ان کی روشنی میں قرآن کے کسی واقعہ یا قصہ کی تغلیط کی جاسکے؟

ظاہر ہے کہ یہ کام جس قدر ضروری اور اہم تھا اسی قدر مشکل بھی تھا۔ اس فرض کو باحسنِ وجوہ وہی شخص انجام دیسکتا تھا جو قرآن کا عالم ہونے کے ساتھ کتب قدیمہ کا بھی فاضل ہو اور جس نے ان کا مطالعہ بڑی تحقیق اور دقیقہ رسی کے ساتھ کیا ہو۔ ہمیں یہ اعلان کرنے میں بڑی مسرت ہے کہ خود ہمارے حلقۂ احباب میں ہمیں ایک ایسے فاضل مل گئے اور ہم ان سے مقالہ لکھوانے میں کامیاب ہوسکے۔ چنانچہ آج ہم اس سلسلہ کا پہلا مقالہ شائع کررہے ہیں۔ اس کے بعد انشاءاللہ "سامری" اور قوم "عاد" پر بھی نہایت محققانہ مقالات آنمکرم کے ہی قلم سے شائع ہوں گے۔

صاحبِ مقالہ جناب مولوی اسحاق النبی صاحب علوی خاموشی کے ساتھ کتبِ قدیمہ کے مطالعہ میں عرصہ سے مصروف ہیں اور ان میں بڑا درک و بصیرت رکھتے ہیں۔ ابھی موصوف کے خط سے معلوم ہوا کہ آپ علالتِ طبع کے باوجود برہان کے لئے موعودہ مقالات کی تکمیل میں مصروف ہیں۔ ہم دلی شکریہ کے ساتھ جنابِ موصوف کے لئے دعاءِ صحت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انھیں بہمہ وجوہ تندرست رکھے اور وہ اپنے علم اور مطالعہ سے اسلام کی زیادہ سے زیادہ ٹھوس اور مفید خدمات انجام دے سکیں۔ ناسپاسی ہوگی اگر ہم اس شکریہ میں اپنے فاضل دوست مولانا امتیاز علی خاں صاحب عرشی ناظم اسٹیٹ لائبریری رامپور کو شریک نہ کریں جنھوں نے ہماری طرف سے حقِ نیابت و وکالت ادا کرکے صاحبِ مقالہ سے اس مقالہ کی تکمیل کرائی ورنہ یہ واقعہ ہے کہ اگر مولانا کی سرگرم توجہ فرمائی شاملِ حال نہ ہوتی تو غالباً ابھی ایک مدت تک یہ مقالہ برہان کے صفحات پر جلوہ نما نہ ہوسکتا تھا۔ فجزاهما الله عنا احسن الجزاء۔